نئی کتابیں

نام کتاب : (۱) تعلَّموا العربيةَ؛ فإنَّها مِن دينكم

(۲) متى تكون الكتابات مؤثرةً ؟

مصنف : حضرت اقدس مولانا نور عالم خلیل امینی مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ ماہ نامہ ''الداعی'' واستاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند

ناشر : ادارہ علم وادب، افریقی منزل قدیم، نزد چھتہ مسجد، دیوبند

تبصرہ نگار : اشتیاق احمد قاسمی

(۱)

عربی زبان ایک زندہ وجاوید زبان ہے، یہ نبی اوّل اور نبی آخر علیہما السلام کی زبان ہے، جنت سے چلی اور جنت تک باقی رہے گی، سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں عربی زبان میں تکلم فرمایا (ابن عساکر)، پھر اس دُنیا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان پر چودہ سال کی عمر میں یہ زبان جاری ہوئی (حاکم) اور قبیلۂ جُرہم کے ذریعہ پورے عرب میں پھیلی، اس کا دائرہ بہت وسیع ہوا، دھیرے دھیرے اس کی اصلی اور حقیقی رعنائی وزیبائی میں کمی آنے لگی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو باضابطہ اس کی حقیقی خوبیاں یاد کرائیں، نبی کریم ﷺ نے اس وقت اس کی صراحت فرمائی جب کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ تو کہیں باہر نہیں گئے، ہمیشہ ہمارے درمیان ہی رہے، پھر کیوں کر آپ کی زبان ہم سب لوگوں سے زیادہ فصیح وبلیغ ہوگئی؟ (روح المعانی) یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ فصیح ترین ادباء اور شعراء کے درمیان ان سے زیادہ فصاحت وبلاغت سے تکلم فرماتے تھے، آپ ﷺ سے بڑا قادر الکلام روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا، قرآنِ کریم بھی اسی زبان میں نازل ہوا اور قیامت تک باقی رہے گا (حجر ۹)۔

عربی زبان کے علاوہ دنیا کی کسی زبان کو قیامت تک باقی رہنے کی وبشارت حاصل نہیں،

قرآن پاک کے لیے اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا انتخاب فرمایا، اس سے بھی اس کی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی مرکزیت کی وجہ سے سارے قبائل کے مفردات، محاورات، اَمثال، استعارات وکنایات سب لغتِ قریش میں جمع تھے؛ اس لیے لغتِ قریش کی ریاست وقیادت، فوقیت وآفاقیت کو سارے قبائل تسلیم کرتے تھے، نبی کریم ﷺ کی احادیث میں خالص ادب کی چاشنی معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ علمائے اسلام نے تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ سب کو عربی زبان میں تصنیف فرمایا؛ اس لیے عربی زبان سے وابستگی اور اس میں معتدبہ گہرائی وگیرائی کے بغیر علم دین میں درک حاصل کرلینے کا خیال، خام خیالی؛ بلکہ جنون ہے۔

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی زید مجدہ عربی زبان وادب کے حوالے سے عالم اسلام کے ادبا میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں، حضرت کو عربی زبان وادب سے والہانہ شغف اور خالص عربی اسلامی تہذیب وثقافت سے بے پناہ عشق ہے، جس طرح آپ کوثر وتسنیم سے دُھلی ہوئی تعبیرات سے قارئین کے دلوں کو موہ لیتے ہیں، اسی طرح عقیدہ وعمل میں بھی اپنا موقف افراط وتفریط کے درمیان اس طرح متعین کرتے ہیں، جیسے وہ بال سے باریک پل صراط پر چل رہے ہوں۔ خیرالقرون کے بعد تاریخ ادب میں اگر ایسی شخصیت تلاشی جائے تو خال خال ہی ملے گی، زندہ ادبا میں تو یقیناً آپ کی نظیر نہیں ہے۔

مولانا جیسے نستعلیق ہیں ویسے ہی طلبہ کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ طلبہ کے ذہن ودماغ پر عربی زبان وادب کی محبت وشیفتگی چھاجائے؛ وہ اپنے کو اس کی خدمت کے لیے وقف کردیں؛ وہ عربی زبان کی خدمت کو (بالواسطہ) محمد عربی ﷺ کی خدمت تصور کریں؛ اور اسے واجب شرعی کی ادائیگی تصور کریں۔ طلبہ عربی زبان کی داخلی خوبیوں سے اس طرح واقف ہوجائیں کہ دوسری زبان ان کے سامنے ہیچ نظر آئے، حضرت نے اسی غرض کے لیے زیر تبصرہ کتاب تصنیف فرمائی ہے، اس میں سترہ مقالات کے جواہر پارے شاملِ اشاعت ہیں۔ اس کو پڑھنے والا مصنف کی جادو بیانی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، ایک طرف تعبیرات کی دل فریبی اور دوسری طرف دل کی گہرائیوں میں کھدکتا اور کھولتا ہوا سوزِ دروں جو از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے۔

کتاب کو گلدستہ کہیے یا خوانِ یغما، یا ایسا ہیرا جس کا ہر پہلو درخشندہ ہے، تبصرہ نگار درج ذیل عناوین کو پڑھ کر بہت محظوظ ہوا: **اللغة العربية – حبُّها وتعلمها جزء من الإيمان.** یہ عنوان عربی زبان کے تئیں بے پناہ تعلق کی روشن تصویر ہے۔ **كيفية تنمية المهارات اللغوية**

العربية یہ جامعہ ملیہ دہلی میں عربی زبان کے اہلِ ذوق کے درمیان پیش کیا گیا محاضرہ ہے، **الفرق بين متعلمي اللغة العربية في الماضي ومتعلميها اليوم، اللغة العربية تتطلب اليوم اهتماماً أكثر من العرب،** وغیرہ۔

کتاب پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ جس طرح ایک سچے داعیِ اسلام کے دل میں، اس کے جسم وجان میں سوز، ہمدردی اور خیرخواہی ہوتی ہے وہ چاہتا ہے کہ ہر ایک غافل جنت میں داخل ہوجائے، ہر ایک کو بہشت کی خوشبو، رعنائی وزیبائی نصیب ہوجائے؛ بالکل اسی طرح مصنف ہر اس طالب علم کو جو عربی زبان وادب سے دور ہے کھینچ کھینچ کر نبی اکرم ﷺ کی زبان وبیان کی کیاریوں میں لا رہے ہیں اور ان کی کمر پکڑ پکڑ کر جہنم سے بچا رہے ہیں، کاش! مصنف کے اس درد کو کوئی سمجھے!

کتاب اپنی ظاہری وباطنی، صوری ومعنوی خوبیوں سے لبریز ہے، مواد، تحقیق، کتابت طباعت، کاغذ اور ٹائٹل سب عمدہ ہیں اور دل ودماغ کو اپنی طرف مائل کررہے ہیں۔

(۲)

”**متى تكونُ الكتاباتُ مؤثرةً؟**“ یہ دوسری تصنیف ہے اس میں مصنف نے لکھنے کا شوق رکھنے والے طلبۂ کرام کو قلم پکڑنے کی کامیاب رہنمائی فرمائی ہے کہ طلبہ الفاظ کا انتخاب کس طرح کریں؟ طلبہ کو سوچنے، لکھنے اور بولنے والے الفاظ کے درمیان فرق ملحوظ رکھنا چاہیے! اچھا قلم کار بننے کے لیے الفاظ کا صحیح انتخاب کرنا اولین شرط ہے۔ جملہ کس طرح بنتا ہے؟ چھوٹے جملے بڑے اور بڑے جملے چھوٹے کس طرح بنائے جاتے ہیں؟ پیراگراف کو کتنے جملوں پر مشتمل ہونا چاہیے؟ پھر چند پیراگراف کس طرح مضمون اور مقالہ کی شکل اختیار کرلیتے ہیں؟ مقالہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ کس طرح کے مقالے کا کیا اسلوب ہونا چاہیے؟

اس کتاب کے دوسرے باب میں بڑے مؤثر اور زوردار انداز میں اس حقیقت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ الفاظ وحروف کی حیثیت جسم کی ہے اصل روح قلم کار کا سوزِ دروں ہے۔ تحریر میں اگر یہ بات نہ ہوتو ہرگز وہ کامیاب نہیں ہوسکتی، اسی طرح قلم کار میں خلوص وللّٰہیت کا ہونا بھی ضروری ہے، اسی سے فن پارے کی وقعت بڑھتی ہے، اسے قبولیت اور خلود نصیب ہوتا ہے، لوگ زمانۂ دراز تک استفادہ کرتے رہتے ہیں، وہ **أمّا ما ينفعُ الناسَ فيمكثُ في الأرض** (رعد۱۷) کی روشن تفسیر بن جاتا ہے، جو تحریر خون کے بجائے سیاہی سے لکھی جاتی ہے وہ

أمّا الزَّبَدُ فيذهبُ جُفاءً ا (رعد۱۷) کا مصداق بن جاتی ہے۔ تیسرے اور آخری باب میں نئے اور پُرانے بہت سے اہلِ قلم، ان کی نگارشات، ان کے مزاج ومذاق ان کے اسلوب اور طرزِ تحریر کا تعارف کرایا گیا ہے؛ یہ دراصل اس سوال کا جواب ہے جو ہر باذوق طالب علم پوچھتا ہے کہ کس قلم کار کو پڑھا جائے اور کیوں؟ کتاب پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف باذوق طالب علم کو اپنے سامنے بٹھائے ہوے ہیں اور نہایت ہی خلوص وہمدردی سے اس کو مقالہ نگاری کی رہنمائی فرمارہے ہیں، اس کتاب میں مصنف نے اپنے دیرینہ تجربات بھی خوب تحریر فرمائے ہیں۔ جب کوئی شخصیت کسی ایک کام میں اپنی زندگی کھپاتی ہے تو اسے بہت سے نشیب وفراز سے سابقہ بڑتا ہے، ان مراحل کا ذکر بڑا ہی قیمتی ہوتا ہے، آج طلبۂ کرام اور وہ بھی غیرعربی طلبہ کو عربی زبان سکھانا پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر بہانے کے مرادف ہے، مصنف مدظلہ نے اسی سنگلاخ وادی میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے، ان کو اس میدان کے سارے نشیب وفراز معلوم ہیں، ان سے استفادہ کا ایک اور فائدہ ہوگا کہ کم وقت میں آدمی زیادہ ترقی کرسکتا ہے۔

یہ دونوں کتابیں ہر طالب علم کی ضرورت ہیں، وہ طلبہ جن کو مصنف سے براہ راست استفادے کا موقع نہیں ملا، ان کو تو ضرور ان کتابوں سے استفادہ کرنا چاہیے! وباللہ التوفیق!

❁ ❁ ❁